سورۃ القمر

آیاتہا ۵۵ | ۵۴ سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۳۷ | رکوعاتہا ۳

جمہور کے قول کے مطابق تمام سورت مکی ہے۔ مقاتل نے کہا: مگر تین آیات مکی نہیں (1) اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ یہ قول صحیح نہیں جس طرح اس کی وضاحت بعد میں آئے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَ كَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝

"قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہوگیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں یہ بڑا زبردست جادو ہے۔ اور انہوں نے جھٹلایا (رسول خدا کو) اور پیروی کرتے رہے اپنی خواہشات کی اور ہر کام کے لیے ایک انجام ہے۔ اور پہنچ چکی ہیں ان کے پاس (پہلی قوموں کی بربادی کی) اتنی خبریں جن میں بڑی عبرت ہے (وہ خبریں) سراسر حکمت ہیں پس ڈرانے والے نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا، پس آپ رخ انور پھیر لیجئے ان سے۔ ایک روز بلائے گا (انہیں) بلانے والا ایک ناگوار چیز کی طرف، خوف سے ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے وہ پراگندہ ٹڈیاں ہیں، ڈرتے ڈرتے بھاگے جا رہے ہوں گے بلانے والے کی طرف، کافر کہتے ہوں گے یہ بڑا سخت دن ہے"۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ اِقْتَرَبَتْ یعنی قریب آگئی یہ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ (النجم) کی مثل ہے جس طرح ہم نے اسے بیان کیا ہے جو وقت گزر گیا ہے اس کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر یہ قریب ہے کیونکہ دنیا کا اکثر وقت گزر چکا ہے جس طرح قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جب کہ سورج غروب ہوا چاہتا تھا (2) فرمایا: "دنیا میں سے جو باقی ہے اس کی گزرے ہوئے وقت کے ساتھ وہی نسبت ہے جس طرح اس دن کے باقی

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 408

2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 211

ماندہ وقت کی گزرے ہوئے وقت کے ساتھ جو نسبت ہے''۔ ہم سورج کو تھوڑا ہی دیکھ رہے تھے۔ کعب اور وہب نے کہا: دنیا کا زمانہ چھ ہزار سال ہے۔ وہب نے کہا: ان میں سے پانچ ہزار چھ سو سال گزر چکے ہیں؛ نحاس نے اس کا ذکر کیا ہے۔

وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ یعنی قد انشق القمر چاند پھٹ چکا ہے۔ حضرت حذیفہ نے اسی طرح اقتربت الساعة وقد انشق القمر پڑھا ہے یعنی قد کو زائد کہا ہے جمہور علماء اسی پر ہیں۔ صحیح بخاری اور دوسری کتب میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ حضرت انس سے روایت مروی ہے: اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو مکہ مکرمہ میں چاند دو دفعہ پھٹا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (1) ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بخاری کے ہاں حضرت انس سے یہ الفاظ مروی ہیں: چاند دو حصوں میں تقسیم ہو گیا (2)۔ ایک قوم نے کہا: ابھی تک چاند پھٹا نہیں بلکہ اس کے پھٹنے کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ یعنی قیام قیامت اور چاند کا پھٹنا قریب ہے اور قیامت جب قائم ہو گی تو آسمان اور اس میں جو کچھ ہے سب پھٹ جائیں گے؛ قشیری نے یہی کہا ہے۔

ماوردی نے یہ ذکر کیا ہے۔ یہ جمہور علماء کا قول ہے اور کہا: جب وہ پھٹے گا تو ہر کوئی اسے دیکھ لے گا کیونکہ یہ ایک نشانی ہے اور لوگ نشانیوں میں برابر ہیں (3)۔ حضرت حسن بصری نے کہا: قیامت قریب آگئی جب وہ آ جائے گی تو چاند دوسرے لمحہ کے بعد پھٹ جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ کا معنی ہے امر واضح اور ظاہر ہو جائے گا۔ عرب اظہار امر کے لیے چاند کے ساتھ ضرب المثل بیان کرتے تھے؛ شاعر نے کہا:

أَقِيمُوا بَنِي أُمِّيْ صُدُورَ مَطِيِّكُمْ فَإِنِّي إِلَى حَيٍّ سِوَاكُمْ لَأَمْيَلُ

فَقَدْ حُمَّتِ الحَاجَاتُ وَاللَّيْلُ مُقْمِرٌ وَشُدَّتْ لِطِيَّاتٍ مَطَايَا وَأَرْحُلُ

اے میری ماں کے بیٹو! اپنی سواریوں کے سینے سیدھے کرو میں تمہارے سوا کسی اور قبیلہ کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہوں حاجات گرم ہیں اور رات روشن ہے اور سواریاں و کجاوے سفروں کے لیے تیار ہیں۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: انْشَقَّ الْقَمَرُ سے مراد چاند سے تاریکی کا چھٹ جانا ہے جب وہ تاریکی کے دوران طلوع ہو جس طرح صبح کو فلق کہتے ہیں، کیونکہ اس سے تاریکی پھٹ جاتی ہے۔ بعض اوقات انفلاق کو انشقاق سے تعبیر کرتے ہیں۔ نابغہ نے کہا:

فَلَمَّا أَدْبَرُوا وَلَهُمْ دَوِيٌّ دَعَانَا عِنْدَ شَقِّ الصُّبْحِ دَاعِ

جب انہوں نے پیٹھ پھیرلی اور ان کی آواز آ رہی تھی تو صبح پھوٹنے کے وقت ایک بلانے والے نے ہمیں بلایا۔

میں کہتا ہوں: اخبار احاد جو عادل راویوں سے مروی ہیں ان سے یہ بات ثابت ہے کہ چاند مکہ مکرمہ میں پھٹا۔ یہی اس

1۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 161
2۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، قولہ وانشق القمر، جلد 2، صفحہ 722
3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 409

آیت کا ظاہر معنی ہے یہ لازم نہیں آتا کہ لوگ اس میں برابر ہوں، کیونکہ یہ ایسا معجزہ ہے جو رات کو ظاہر ہوا تھا۔ یہ امر نبی کریم ﷺ کی دعا سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظاہر ہوا تھا جب چیلنج کیا گیا تھا۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت حمزہ بن مطلب رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے کیونکہ ابوجہل نے نبی کریم ﷺ کو گالیاں دی تھیں اس پر حضرت حمزہ غضب ناک ہوئے تھے تو انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ انہیں آپ ﷺ ایسا معجزہ دکھائیں جس کے ساتھ ان کے ایمان و یقین کا اضافہ ہو۔

صحیح میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں چاند کو دو حصوں میں دکھایا(1)، جس طرح حضرت ابن مسعود اور دوسرے راویوں کی حدیث میں ہے۔

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مدائن میں خطبہ دیا فرمایا: خبردار! قیامت قریب آچکی ہے اور چاند نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں پھٹ چکا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کلام میں تقدیم و تاخیر ہے تقدیر کلام یہ ہوگی۔ انشق القمر واقتربت الساعۃ؛ یہ ابن کیسان کا قول ہے۔ فراء کا یہ قول گزر چکا ہے جب دو فعل معنی میں قریب قریب ہوں تو تجھے ان میں تقدیم و تاخیر کا حق ہوتا ہے یہی قاعدہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں جاری ہوتا ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ (النجم)

وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے چاند کو پھٹتے ہوئے دیکھا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مشرکین رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے انہوں نے کہا اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو حصوں میں پھاڑ دو۔ اس کا نصف ابی قبیس پر ہو اور نصف قعیقعان پر ہو(2)۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: ”اگر میں ایسا کر دوں تو تم ایمان لے آؤ گے“۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ چودہویں کی رات تھی رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے سوال کیا کہ انہوں نے جو مطالبہ کیا وہ عطا فرما دے تو چاند دو حصوں میں پھٹ گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ مشرکوں کو ندا دے رہے تھے: ”اے فلاں! اے فلاں! گواہ رہنا“۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا(3)۔ قریش نے کہا: یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے اس نے تم پر جادو کر دیا ہے اپنے قافلوں سے پوچھو۔ انہوں نے قافلہ والوں سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا: ہم نے چاند کو پھٹا ہوا دیکھا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مراد ہے اگر وہ کوئی ایسی آیت دیکھیں جو حضرت محمد ﷺ کی صداقت پر دلیل ہو تو وہ ایمان لانے سے اعراض کر لیتے ہیں۔

وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وہ کہتے ہیں: یہ ایسا جادو ہے جو ختم ہو جانے والا ہے۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے مر الشئ واستمر جب وہ ختم ہو جائے؛ یہ حضرت انس، قتادہ، مجاہد، فراء، کسائی اور ابو عبیدہ کا قول ہے: نحاس نے اسے پسند کیا ہے۔ ابو العالیہ اور ضحاک نے کہا: وہ محکم، قوی اور شدید ہے۔ یہ مرۃ سے مشتق ہے جس کا معنی قوت ہے۔

اخفش نے کہا: یہ امرار الحبل سے ماخوذ ہے جس کا معنی سختی سے باٹنا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے کڑوا۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر بقولہ وانشق القمر، جلد 2، صفحہ 722 (معنا)

2۔ زاد المسیر، جلد 7، صفحہ 290

3۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 100

یہ مرارہ سے ماخوذ ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے أمر الشیء صار مرا(1) اسی طرح یہ ہے مرا الشئ یمر مرارۃ فھو مرامرۃ غیرہ و مرزہ۔ ربیع نے کہا: مُّسْتَمِرٌّ کا معنی ہے نافذ۔ یمان نے کہا: معنی ہے گزر جانے والا۔ ابوعبیدہ نے کہا: معنی ہے باطل۔ ایک قول یہ کیا گیا: معنی ہے ہمیشہ رہنے والا؛ اسی معنی میں مصرعہ میں یہ لفظ ہے

ولیس علی شیء قویم بمستمر

یعنی کوئی چیز دائمی نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے ان میں سے بعض بعض کے مشابہ ہے یعنی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے افعال اسی طریقہ پر جاری و ساری ہیں۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں لاتے جس کی کوئی حقیقت ہو بلکہ سب تخیلات ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ زمین سے آسمان تک جا پہنچا ہے۔

وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ انہوں نے ہمارے نبی کو جھٹلایا اور اپنی گمراہیوں اور پسندیدہ چیزوں کی اتباع کی۔ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ یعنی ہر عامل کے ساتھ اس کا عمل برقرار ہوگا بھلائی، بھلائی کرنے والے کے ساتھ جنت میں ثابت ہوگی اور شر شر کرنے والے کے ساتھ جہنم میں قائم ہوگی۔

شیبہ نے قاف کے فتحہ کے ساتھ مستقر پڑھا ہے یعنی ہر شی کا وقت ہے جس میں بغیر تقدیم و تاخیر کے واقع ہوگا۔ ابوجعفر قعقاع سے مروی ہے۔ و کل أمر مستقر یعنی قاف اور راء مکسور ہے۔ اسے امر کی نعت بنایا ہے اس تعبیر کی بنا پر کل مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع اور خبر محذوف ہو۔ گویا فرمایا: ہر امر جو ام الکتاب میں ثبت ہے وہ ہوکر رہنے والا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ الساعۃ پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہو۔ معنی ہوگا قیامت اور ہر ثابت شدہ امر قریب آگیا ہے یعنی قیامت کے روز امور کا استقرار قریب آگیا ہے۔ جس نے اسے رفع دیا ہے اس نے اسے کل کی خبر بنایا ہے۔

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ یہاں مِّنَ تبعیضیہ ہے اللہ تعالیٰ نے خبروں میں سے ان کا ذکر کیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ اس کے محتاج ہوں گے اور ان کے لیے اس میں شفاء ہے وہاں اس سے بھی زیادہ امور تھے۔ ہمارے اوپر ان کو ہی بیان کیا گیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ہمیں اس کی حاجت ہے اور باقی سے خاموشی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مقصود ہے۔ یعنی ان کفار تک سابقہ امتوں کی خبریں پہنچیں۔ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ جو انہیں کفر سے جھڑکنے والی ہے اگر وہ اس کو قبول کریں۔ یہ اصل میں مزتجر تھا اس کی تاء کو دال سے بدل دیا۔ کیونکہ تاء حرف مہموس ہے اور زاء حرف مجہور ہے تاء کو دال سے بدل دیا کیونکہ یہ مخرج میں اس کے موافق ہے اور جہر میں زاء کے موافق ہے مُزْدَجَرٌ یہ زجر سے مشتق ہے جس کا معنی رک جانا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: زجرۃ أز دجرۃ فانزجر و أز دجر، زجرتہ أنا فانزجر یعنی میں نے اسے روکا تو وہ رک گیا۔ جس طرح شاعر نے کہا اور یہ لفظ سابقہ معنی میں مستعمل ہے:

فأصبح ما یطلبُ الغانیا ت مُزْدَجَر عن ہواہ ازدجارا

اسے مزدجرٌ پڑھا گیا ہے تاء افتعال کو زاء سے بدلا اور زاء کو اس میں ادغام کر دیا، یہ زمخشری نے بیان کیا ہے۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 410

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ مراد قرآن حکیم ہے یہ فاء سے بدل ہے جو مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ میں منقول ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہو، یعنی ھو حکمۃ۔ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ جب انہوں نے جھٹلایا اور مخالفت کی جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (یونس) ما نافیہ ہے یعنی انہیں نذر کچھ نفع نہ دیں گے۔ یہ بھی جائز ہے کہ ما استفہامیہ ہو اور یہ توبیخ کے لیے ہو، یعنی انہیں نذر کیا نفع دے گی جب کہ وہ اعراض کرنے والے ہوں۔ النُّذُرُ کے بارے میں یہ جائز ہے کہ وہ انذار کے معنی میں ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ نذیر کی جمع ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ان سے اعراض کیجئے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ آیت آیت سیف کے ساتھ منسوخ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ کلام کا تتمہ ہے پھر فرمایا: يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ یوم میں عامل یخرجون یا خشعا ہے یا ایسا فعل ہے جو مضمر ہے تقدیر کلام یہ ہے واذکر یوم۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں حرف فاء محذوف ہے اور وہ بھی جس میں اس نے عمل کیا یعنی جواب امر۔ تقدیر کلام یہ ہوگی فتول عنهم فإن لهم يوم يدعو الداعي۔ ایک قول یہ کیا گیا: اے محمد! ان سے اعراض کیجئے آپ نے حجت قائم کردی اور جس دن داعی بلائے گا اس دن انہیں دیکھو۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: قیامت کے روز ان سے اعراض کیجئے ان کے بارے اور ان کے احوال کے بارے میں سوال نہ کیجئے کیونکہ انہیں شدید عذاب کی طرف دعوت دی گئی ہے معاملہ اسی طرح ہے جس طرح تو کہتا ہے: لا تسأل عما جرى على فلان إذا أخبرته بأمر عظيم۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہر امر قرار پذیر ہوگا جب دعوت دینے والا دعوت دے گا۔

اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ ابن کثیر نے کاف کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے باقی نے کاف کو ضمہ دیا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جس طرح عُسُر اور عُسْر، شُغُل اور شُغْل۔ اس کا معنی ہے ایسا امر جو خوفناک اور عظیم ہوگا مراد یوم قیامت ہے داعی سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہے۔ مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ دونوں نے پڑھا الی شیٔ نکر یعنی کاف کو کسرہ اور راء کو فتحہ دیا یعنی فعل مجہول ہے۔

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ بصر میں خشوع سے مراد عاجزی اور ذلت ہے خشوع کو ابصار کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ عزت اور ذلت کا اثر انسان کی آنکھ سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ (النازعات) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ (الشوریٰ:45)

یہ کہا جاتا ہے: خشع و اختشع جب وہ ذلیل ہو جائے، خشع ببصره جب وہ آنکھ کو بند کر دے۔ حمزہ، کسائی اور ابو عمرو نے خاشعا پڑھا ہے اسم فاعل میں یہ جائز ہے کہ جب فاعل جماعت ہو اور اسم فاعل اس سے پہلے ہو تو اسے واحد ذکر کیا جائے جس طرح خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ ہے اس کو مؤنث بھی لا سکتے ہیں جس طرح خاشعة أبصارهم اسم فاعل کے صیغہ کو جمع ذکر کرنا بھی جائز ہے جس طرح خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ ہے۔ شاعر نے کہا:

وَشَبابٍ حَسَنٍ أوجُهُهم مِنْ إيادِ بنِ نِزارِ بنِ مَعَد(1)

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 261

یہاں محل استدلال حسن أوجھھم ہے خشعا یہ خاشع کی جمع ہے۔ اس کو نصب حال ہونے کی وجہ سے دی گئی ہے کیونکہ یہ عنھم کی ضمیر سے حال ہیں۔ اس تعبیر کی بنا پر عنھم پر عطف قبیح ہوگا۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ یخرجون کی ضمیر سے حال ہوتو اس صورت میں عنھم پر وقف کیا جا سکتا ہے۔ اسے خشع أبصارھم بھی پڑھا اس وقت یہ مبتدا اور خبر ہوں گے جملہ حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہوگا جس طرح یہ جملہ ہے:

وجدتہ حاضراہ الجود والکرم

میں نے اسے اس حال میں پایا کہ جود و کرم دونوں اس کے پاس حاضر تھے۔ محل استدلال حاضراہ الجود والکرم ہے۔

یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ، اجداث سے مراد قبریں ہیں اس کا واحد جدث ہے كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ایک دوسرے موقع پر فرمایا: یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ (القارعہ) یہ دونوں مختلف اوقات میں اس کی صفات ہیں (۱) قبروں سے نکلتے وقت وہ گھبرا کر نکلیں گے انہیں کچھ پتہ نہ ہوگا کہ کدھر جائیں ان میں سے بعض بعض میں داخل ہوں گے اس وقت وہ بکھری ہوئی پتنگوں کی طرح ہوں گے بعض بعض میں ہوں گے ان کی کوئی جہت نہ ہوگی جس کا وہ قصد کریں (۲) جب وہ منادی کو سنیں گے تو وہ منتشر ٹڈی دل کی طرح ہوں گے کیونکہ ٹڈی کی کوئی جہت نہیں ہوتی جس کا وہ قصد کرے۔ مُهْطِعِيْنَ کا معنی ہے وہ جلدی کر رہے ہوں گے؛ یہ ابوعبیدہ کا قول ہے؛ اسی معنی میں شاعر کا قول ہے:

بِدِجْلَةَ دَارُهُمْ ولقد أراهم بِدِجَلة مُهْطِعِينَ إلى السَّماعِ(1)

دجلہ میں ان کا گھر ہے میں انہیں دجلہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ آواز کی طرف جلدی کر رہے ہیں۔

ضحاک نے کہا: معنی ہے وہ متوجہ ہوں گے۔ قتادہ نے کہا: وہ قصد کر رہے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ دیکھ رہے ہوں گے۔ عکرمہ نے کہا: وہ اپنے کانوں کو آواز کی طرف کھولے ہوں گے۔ سب کا معنی قریب قریب ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے ھطع الرجل یھطع ھطوعا جب وہ اپنی آنکھ کے ساتھ کسی چیز کی طرف متوجہ ہو اس سے توجہ نہ ہٹائے اھطع جب اپنی گردن لمبی کرے اور سر کو نیچے کیا۔ شاعر نے کہا:

وبِنُمْرِبنُ سَعْدٍلِی مُطِیْعٌ و مُهْطِعُ

نمر بن سعد میرا مطیع ہے اور سر جھکائے ہوئے ہے۔

بعیر مُهْطِع اس کی گردن میں پیدائشی جھکاؤ ہے۔ أهطع فی عَدْوِہ اس نے دوڑ میں تیزی کی۔ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾ مراد یوم قیامت ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ۖ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ۚ وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ۙ تَجْرِیْ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 411

بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝١٤ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝١٥ فَكَيْفَ
كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝١٦ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝١٧

"جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے یعنی انہوں نے جھٹلایا ہمارے بندے کو اور کہا یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑکا بھی گیا ہے۔ آخر کار آپ نے دعا مانگی اپنے رب سے کہ میں عاجز آ گیا ہوں پس تو (ان سے) بدلہ لے۔ پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ اور جاری کر دیا ہم نے زمین سے چشموں کو پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد کے لیے جو پہلے مقرر ہو چکا تھا، اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر وہ بہتی جا رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے (یہ طوفان) بدلہ تھا اس (نبی) کا جس کا انکار کیا گیا تھا۔ اور ہم نے باقی رکھا اس (قصہ) کو بطور (نشانی) پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ سو کیسا (خوفناک) تھا میرا عذاب اور (کتنے سچے تھے) میرے ڈراوے۔ اور بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا"۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ سابقہ قوموں کے کچھ واقعات کا ذکر کیا مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس کرنا اور تسلی دینا تھا۔ **قَبْلَهُمْ** سے مراد آپ کی قوم سے پہلے۔

فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا، عبد سے مراد حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ زمخشری نے کہا: اگر تو سوال کرے کہ کذبت کے بعد کذبوا کا کیا معنی ہے؟ تو میں اس کا جواب دوں گا: اس کا معنی ہے کذبوا فکذبوا عبدنا انہوں نے جھٹلانے کے بعد جھٹلایا۔ جب کبھی بھی جھٹلانے والی ایک قوم گزری اس کے بعد دوسری قوم آ گئی یا معنی ہے قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہمارے بندے کو بھی جھٹلایا یعنی جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ وہ سرے سے نبوت کا انکار کرتے تھے تو انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھی جھٹلایا کیونکہ وہ بھی رسولوں میں سے تھے۔

وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ تقدیر کلام یہ ہے ھو مجنون۔ **وَّازْدُجِرَ** انہیں نبوت کا دعویٰ کرنے سے جھڑکا گیا کبھی گالیاں دی گئیں اور کبھی قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اسے اُزْدُجِرَ پڑھا گیا ہے یعنی یہ مجہول کا صیغہ ہے کیونکہ یہ آیت کا سرا ہے۔

فَدَعَا رَبَّهٗ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف بددعا کی اور عرض کی: **اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ** وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے مجھ پر غالب آ گئے ہیں۔ **فَانْتَصِرْ ۝** میری مدد فرما۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: انبیاء اپنی قوموں کے خلاف ہلاکت کی بددعا نہیں کیا کرتے تھے مگر اس وقت جب اللہ تعالیٰ انہیں اجازت دیتا۔ **فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ** یعنی ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا، ہم نے کشتی بنانے کا حکم دیا اور آسمان کے دروازے کھول دیئے اور ماء منھمر سے مراد زیادہ پانی ہے۔ شاعر نے کہا:

أعینیّ جُودَا بالدُّموعِ الهَوَامِرِ علی خیرِ بادٍ من مَعَدٍّ و حاضِرِ (1)

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 412

اے میری دونوں آنکھو! کثیر آنسو بہاؤ معد میں سے ہلاک ہونے والوں اور ان میں سے موجود افراد میں سے بہترین پر۔
ایک قول یہ کیا گیا: اس کا معنی بہنے والا، اچھلنے والا ہے۔ اس معنی میں امرء القیس کا شعر ہے وہ بارش کی صفت بیان کرتا ہے:

رَاحَ تَمْرِیهِ الصِّبَا ثم انتحَی فیه شُؤبُوبُ جَنُوبٍ مُنْهَمِرْ(1)

محل استدلال جنوب منہمر ہے۔

الھمر کا معنی بہانا ہے یہ جملہ بولتے ہیں: قد ھمر الماء والدمع یھمر ھمرا اس نے پانی اور آنسو بہائے۔ ھمر کا یہ معنی بھی ہے جب وہ زیادہ گفتگو کرے اور تیز گفتگو کرے ھمرلہ من مالہ جب وہ اسے عطا کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: معنی ہے ہم نے بادل کے بغیر آسمان کے دروازے تیز بہنے والے پانی سے کھول دیئے پھر چالیس دن تک بارش ختم نہ ہوئی۔ ابن عامر اور یعقوب نے ففتّحنا پڑھا ہے یعنی تاء مشدد ہے یہ معنی کی کثرت پر دال ہے۔ باقی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ پھر یہ قول کیا گیا ہے: اس نے آسمان کے پھاٹک اور کھلے راستوں کو کھول دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد کہکشاں ہے یہ آسمان کا کھلا راستہ ہے اسی جگہ سے اسے کثیر بہنے والے پانی کے ساتھ کھولا گیا(2)؛ یہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا عبید بن عمیر نے کہا: اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف وحی کی کہ وہ پانی نکالے تو وہ چشموں کے ساتھ کھل گئی ایک چشمہ نے تاخیر کی تو اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوا تو اس کا پانی قیامت تک شدید کڑوا بنا دیا گیا۔

فَالْتَقَى الْمَآءُ یعنی آسمان کا پانی اور زمین کا پانی مل گئے۔ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ایک مقدار پر ان میں سے ایک دوسرے پر زائد نہیں (3)؛ اسے ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے یعنی آسمان و زمین کا پانی برابر تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: قدر کا معنی ہے ان پر فیصلہ کر دیا گیا۔ قتادہ نے کہا: جب انہوں نے کفر کیا تو ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ انہیں غرق کر دیا جائے۔ محمد بن کعب نے کہا روزی جسموں سے پہلے تھی اور فیصلہ آزمائش سے پہلے تھا اور یہ آیت تلاوت کی کہا فَالْتَقَى الْمَآءُ، التقاء دو یا زائد چیزوں میں ہوتا ہے کیونکہ پانی جمع بھی ہوتا ہے اور واحد بھی ہوتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کیونکہ جب وہ دونوں جمع ہوئے تو ایک پانی بن گیا۔ جحدری نے کہا: دونوں پانی جمع ہوئے۔ حضرت حسن بصری نے پڑھا فالتقی الماوان۔ یہ عام طریقہ کے خلاف ہے۔ قشیری نے کہا: بعض مصاحف میں فالتقی الماوان ہے یہ بنو طی کی لغت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: آسمان کا پانی برف کی طرح ٹھنڈا تھا اور زمین کا پانی گرم تھا جس طرح کھولتا ہوا پانی ہوتا ہے۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ یعنی ایسی کشتی پر جو تختوں والی تھی۔

وَّدُسُرٍ قتادہ نے کہا: مراد ایسے کیل ہیں جن کے ساتھ کشتی کو باندھا گیا؛ یہ قول قرظی، ابن زید اور ابن جبیر نے کیا، والبی نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ حسن بصری، شہر بن حوشب اور عکرمہ نے کہا: یہ کشتی کا اگلا حصہ ہوتا ہے جس کے ساتھ موج ٹکراتی ہے۔ اسے دسر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ پانی کو دھکیلتی ہے۔ دسر کا معنی دھکیلنا ہے۔ عوفی نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دسر سے مراد کشتی کا سینہ ہے۔ لیث نے کہا: دسار چھال کا ایسا رسا ہے جس کے ساتھ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 412 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

کشتی کے تختوں کو باندھا جاتا ہے۔ صحاح میں ہے: دسار یہ دسر کا واحد ہے۔ یہ ایسی رسیاں ہیں جن کے ساتھ کشتی کے تختوں کو باندھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: اس سے مراد کیل ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ، دُسُر بھی عُسُر عُسُر کی طرح ہے دسر کا معنی دھکیلنا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عنبر کے بارے میں کہا: انما ھو شیئ یدسرہ البحر دسرا وہ ایسی چیز ہے جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے۔ دسرہ بالرمح نیزے کے ساتھ پرے دھکیلا۔ رجل مدسر۔ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے وہ ہمارے حکم سے چلتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ ہماری حفاظت میں چلتی ہے۔ سورۂ ہود میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ اس معنی میں لوگوں کا قول ہے اس آدمی کے بارے میں جس کو الوداع کہا گیا ہو: عین اللہ علیك اللہ تیری حفاظت فرمائے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ ہماری مرضی کے مطابق چلتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان چشموں کے ساتھ چلتی ہے جو زمین سے پھوٹتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: فرشتوں میں سے ہمارے اولیاء کی نگرانی میں چلتی ہے جو اس کی حفاظت پر مامور ہیں (1)۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو بھی پیدا کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف کرنا ممکن ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ ہمارے اولیاء کے ذریعے چلتی ہے جس طرح حدیث میں ہے: مرض عینٌ من عیوننا فلم تعدہ ہمارے دوستوں میں سے ایک بیمار ہو گیا تو تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔

جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝ یعنی ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے صبر کی جزا بنا دیا جو انہوں نے اپنی قوم کی اذیتوں پر کیا تھا۔ لِّمَنْ میں لام مفعول لہ کا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: کُفِرَ کا معنی ہے انکار کیا گیا۔ من یہ حضرت نوح علیہ السلام سے کنایہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کنایہ ہے اور جزا عقاب کے معنی میں ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا جو انکار کیا ہے اس کی جزا ہے۔ یزید بن رومان، قتادہ، مجاہد اور حمید نے کہا: جزاء لمن کان کَفَرَ یعنی کاف اور فا مفتوح ہیں معنی ہے غرق اللہ تعالیٰ کے انکار کی جزا اور عقاب تھی۔ عوج بن عنق کے علاوہ کوئی بھی غرق ہونے سے نجات پانے والا نہ ہوا۔ پانی اس کے نیفہ تک تھا اس کی نجات کا سبب یہ بنا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کے لیے ساگوان کی لکڑی کی ضرورت تھی مگر اس کو اٹھا کر لانا ممکن نہ تھا عوج وہ لکڑی شام سے اٹھا کر لایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول کیا اور اسے غرق ہونے سے نجات دی۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً اس عمل سے عبرت دلانا مقصود تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کشتی کے بارے میں ارادہ کیا کہ اسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد بطور نشانی چھوڑیں جس سے وہ عبرت حاصل کریں تو وہ رسولوں کو نہ جھٹلائیں۔ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اسے جزیرہ کے علاقہ میں باقردی کے مقام پر عبرت اور نشانی کے طور پر چھوڑا یہاں تک کہ اس وقت کے اولین لوگوں نے اسے دیکھا (2)۔ کتنی ہی کشتیاں اس کے بعد ہوئیں جو راکھ ہو گئیں (3)۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا اور ڈرنے والا۔ یہ اصل میں مذتکر تھا جو ذکر سے مفتعل کے وزن پر ہے یہ لفظ زبانوں پر ثقیل تھا اس کی تاء کو دال سے بدل دیا کیونکہ جہری میں یہ ذال کے موافق ہے اور ذال کو اس میں مدغم کر دیا گیا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ یعنی میرا ڈرانا کیسا تھا۔ فراء نے کہا: انذار اور نذر دونوں مصدر ہیں (4)۔ ایک قول یہ کیا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 413
2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 263
3۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 415
4۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 263

گیا ہے: نذر، نذیر کی جمع ہے اور نذیر، انذار کے معنی میں ہے جس طرح نکیر، انکار کے معنی میں ہے۔

وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ یعنی ہم نے اسے سہل کر دیا ہے اور جس نے بھی اس کے حفظ کا ارادہ کیا ہم نے اس کی مدد کی کیا کوئی اس کے حفظ کا خواہش مند ہے تو اس کی مدد کی جائے۔ یہ بھی جائز ہے کہ معنی ہو ہم نے اسے یاد کرنے کے لیے تیار کیا۔ یہ ماخوذ ہے یسر ناقتہ للسفر جب وہ سفر کرے اور اپنا گھوڑا جنگ کے لیے تیار کرے جب وہ اس پر زین ڈالے اور اسے لگام پہنائے، کہا:

قُمْتُ اِلَیْهِ بِاللِّجَامِ مُیَسِّرًا

میں اس کی طرف لگام کے ساتھ اٹھا اس کو تیار کرتے ہوئے۔

سعید بن جبیر نے کہا: قرآن کے سوا اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جس کو مکمل پڑھا جاتا ہو(1)۔ دوسرے علماء نے کہا: یہ بنی اسرائیل کے لیے نہیں وہ تورات کو صرف دیکھ کر پڑھا کرتے تھے صرف حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع بن نون اور حضرت عزیر علیہم السلام۔ اس وجہ سے بنی اسرائیل حضرت عزیر کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوئے جب تورات کے جل جانے کے بعد انہوں نے حافظہ سے کتاب لکھی تھی جس کی وضاحت سورۂ براءت میں گزر چکی ہے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اس کتاب (قرآن) کو یاد کرنا آسان کر دیا تا کہ وہ یاد کریں۔ اس میں افتعال یہ ہے کہ یہ ان میں داخل ہو کر اثر کرے یہاں تک کہ وہ چیز ذات کی طرح ہو جائے اور ان میں مل جانے کی طرح ہو جائے۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ کیا کوئی ایسا قاری ہے جو اسے پڑھے۔ ابوبکر وراق اور ابن شوذب نے کہا: کیا کوئی خیر اور علم کا طالب ہے کہ اس کی مدد کی جائے؟ اس صورت میں تنبیہ اور افہام کے لیے اسے مکرر ذکر کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں اس امت پر امتوں کی خبریں اور مرسلین کے قصے اور ان کی امتوں نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا اور ان کے امور اور مرسلین کے امور کا جو انجام ہوا اسے بیان کیا۔ ہر قصہ اور خبر میں سننے والے کے لیے نصیحت ہے اگر وہ نصیحت حاصل کرے۔ ہر قصہ کے ذکر کے وقت اسی آیت فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ کو مکرر ذکر کیا، کیونکہ ھل کلمہ استفہام ہے ھل میں لام استعراض کے لیے اور ھا استخراج کے لیے ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾

''عاد نے بھی جھٹلایا تھا پھر کیسا (خوفناک) تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے۔ ہم نے ان پر تند و تیز آندھی بھیجی ایک دائمی نحوست کے دن میں وہ اکھاڑ کر پھینک دیتی لوگوں کو گویا وہ مڈھ ہیں کھڑی ہوئی کھجور کے۔ پس کیسا (سخت) تھا میرا عذاب اور (کتنے سچے تھے) میرے ڈراوے۔ بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 263

نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا''۔

كَذَّبَتْ عَادٌ عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۞ اس صورت میں نذر کا لفظ چھ مقامات پر آیا ہے تمام مصاحف میں اس کا یاء محذوف ہے۔ یعقوب نے اسے دونوں حالتوں میں ثابت کر کے پڑھا ہے ورش نے وصل میں ثابت رکھا ہے دوسری صورت میں ثابت نہیں رکھا، باقی قراء نے اسے حذف کیا ہے فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ میں راء کے حذف میں کوئی اختلاف نہیں اسی طرح یدع کی واؤ کے حذف میں کوئی اختلاف نہیں۔ جہاں تک پہلے الداع میں یاء ہے ابن محیصن، یعقوب، حمید اور بزی نے دونوں حالتوں میں ثابت رکھا ہے، ابوعمرو اور نافع نے وصل میں اسے ثابت رکھا ہے اور باقی قراء نے اسے حذف کیا ہے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا، صرصرا سے مراد سخت ٹھنڈی (1)؛ یہ قتادہ اور ضحاک کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: سخت آواز۔ حم سجدہ میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۞ یعنی ایسے دن میں جو ان پر منحوس تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ مہینے کے آخری بدھ کو عذاب آیا جس نے ان کے چھوٹے اور بڑے کو فنا کر دیا۔ ہارون اعور نے کہا: نَحِس حاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اس بارے میں قول حم سجدہ آیت 16 فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ گزر چکا ہے۔

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۞ یعنی دائمی نحوست والا جو اپنی نحوست کی وجہ سے ان پر کڑوا ہو گیا اس میں ان پر عذاب ہلاکت تک جاری رہا۔ ایک قول یہ کیا گیا: نار جہنم تک ان پر جاری رہا۔ ضحاک نے کہا: وہ عذاب ان پر کڑوا تھا (2)؛ اسی طرح کسائی نے حکایت بیان کی ہے کہ ایک قوم نے کہا: یہ مرارۃ سے مشتق ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے مرّ الشیء وأمرّ یعنی وہ کڑوی شی کی طرح ہو گیا جسے لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ تحقیق فرمایا: فذوقوا جسے چکھا جاتا ہے وہ کبھی کڑوا ہوتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مرۃ سے مشتق ہے جس کا معنی قوت ہے یعنی ایسے دن میں جو منحوس ہے جس کی نحوست بڑی مستحکم ہے جس طرح وہ چیز ہو جس کی بٹائی بڑی مضبوط ہو جس کے کھولنے کی کسی کو طاقت نہ ہو۔ اگر یہ کہا جائے: جب بدھ کا دن منحوس دن تھا جس کی نحوست بڑی مضبوط تھی تو اس میں دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ جب کہ یہ روایت آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اس دن میں ظہر اور عصر کے درمیان قبول ہوئی (3)۔ حضرت جابر کی حدیث سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اس کا جواب وہ ہے جو اس خبر میں آیا ہے جسے مسروق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے فرمایا: ''جبرئیل امین میرے پاس آئے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ قسم کے ساتھ ایک گواہ کے ہوتے ہوئے فیصلہ کر دیں اور کہا: بدھ کا دن منحوس دن ہے جس کی نحوست بڑی مضبوط ہے'' یہ بات تو معلوم ہے کہ اس سے یہ ارادہ نہیں کیا کہ یہ صالحین پر منحوس ہے بلکہ یہ ارادہ کیا ہے کہ فجار اور مفسدین پر منحوس ہے جس طرح قرآن میں منحوس ایام کا ذکر ہے وہ قوم عاد کے کفار پر منحوس تھے ان کے نبی اور مومنوں پر منحوس نہیں تھے۔ جب معاملہ اس طرح ہے تو یہ کوئی بعید نہیں کہ ظالموں کو بدھ کے پہلے سے لے کر سورج ڈھلنے تک مہلت دی جائے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 414 2۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 93 3۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 684، حدیث 5901

جب پچھلا پہر ہو جائے اور اس کی جانب سے رجوع ثابت نہ ہو تو مظلوم کی اس کے بارے میں بددعا قبول ہو جاتی ہے تو وہ دن ظالم پر منحوس ہو جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا بھی کفار کے بارے میں ہوتی تھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول لم ینزل بی أمر عظیم (1) جو ان کی حدیث میں ہے اسی امر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

تَنْزِعُ النَّاسَ یہ ریح کی صفت کے محل میں ہے یعنی وہ ہوا انہیں ان کی جگہوں سے اٹھا لیتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہوا نے انہیں ان کے قدموں کے نیچے سے اس طرح اٹھا لیا جس طرح کھجور کو اس کی جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے۔ مجاہد نے کہا: وہ ہوا انہیں زمین سے اٹھاتی انہیں سر کے بل گراتی ان کی گردنیں پس جاتیں اور ان کے سر ان کے جسموں سے الگ ہو جاتے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ ہوا لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالتی۔ محمد بن کعب نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہوا نے لوگوں کو ان کی قبروں سے نکال لیا''۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: انہوں نے گڑھے کھودے اور ان میں داخل ہو گئے ہوا انہیں وہاں سے نکالتی اور ریزہ ریزہ کر دیتی تو وہ گڑھایوں رہ جاتا گویا وہ کھجوروں کے مڈھ ہیں کہ ان میں جو کچھ تھا ہلاک ہو گیا ہے اور ان کی جگہیں خالی باقی رہ گئی ہیں۔

یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ ان میں سے سات افراد نے گڑھے کھودے اور ان میں کھڑے ہو گئے تاکہ ہوا کا مقابلہ کر سکیں۔ ابن اسحاق نے کہا: جب ہوا نے شدت اختیار کی تو عاد کے سات افراد تھے ان میں سے چھ کے نام ہمارے سامنے ذکر کیے گئے جو قوم عاد کے سب سے قوی اور جسیم تھے ان میں عمرو بن علی، حرث بن شداد، ہلقام، تقن کے دو بیٹے اور خلجان بن سعد انہوں نے اپنے خاندانوں کو دو پہاڑوں کی گھاٹی میں داخل کر دیا پھر گھاٹی کے دروازے پر صف بنائی تاکہ ہوا کو ان سے روک لیں جو گھاٹی میں ان کے بال بچے موجود ہیں ہوا نے ان میں سے ایک ایک کو گرانا شروع کر دیا تو عاد کی ایک عورت نے ان کے بارے میں یہ کہا:

ذھبَ الدھرُ بعمرو بن حلیٍ والھنیّات (2)

ثم بالحرث والھلْقامِ طلّاعِ الثّنیّات

والذی سدّ مھبّ الریح أیامَ البلیّات

زمانہ نے عمرو بن حلی، ہنیات پھر حرث اور ہلقام کو ہلاک کر دیا جو ثنیات پر کھڑے تھے اور جس نے آزمائش کے دنوں میں ہوا کی گزرگاہ کو بند کر دیا تھا۔

طبری نے کہا: کلام میں حذف ہے معنی ہے وہ لوگوں کو اٹھاتی ہے اور انہیں یوں چھوڑتی ہے گویا وہ کھجور کے ایسے تنے ہیں جنہیں ان کی جڑوں سے اکھیڑ لیا گیا ہے کاف محذوف عامل کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ زجاج نے کہا: کاف محل نصب میں ہے اور حال ہے معنی ہے وہ لوگوں کو اٹھاتی ہے جو کھجور کے تنوں کے مشابہ ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تشبیہ ان گڑھوں کی وجہ سے تھی جس میں وہ تھے۔ اعجاز یہ عجز کی جمع ہے۔ اس سے مراد شی کا آخری حصہ ہے قوم عاد کے لوگ طویل قد ہونے کے ساتھ

1۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 684، حدیث 5901 2۔ تفسیر طبری، ج 27، صفحہ 115

موصوف تھے، انہیں ان کھجور کے درختوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو اپنے منہ کے بل گر پڑتے ہیں فرمایا: اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝
لفظ نخل کا اعتبار کرتے ہوئے مُّنْقَعِرٍ کہا گیا یہ ایسی جمع سے تعلق رکھتا ہے جو مذکر و مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مُّنْقَعِرٍ سے
مراد ہے جس کو اس کی جڑ سے اکھیڑ لیا گیا ہو۔ تعرت الشجرۃ قعرا میں نے اسے جڑ سے اکھیڑا تو وہ اکھڑ گیا۔ کسائی نے کہا: قعرت
البئر یعنی میں اس میں اترا یہاں تک کہ میں اس کی گہرائی تک جا پہنچا؛ اسی سے قعرت الاناء یعنی اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے
اسے پیا یہاں تک کہ میں اس کی گہرائی تک پہنچ گیا۔ اقعرت البئر میں نے اسے گہرا کیا۔ ابوبکر بن انبار نے کہا: مبرد سے اسماعیل
قاضی کی موجودگی میں جن ہزار مسئلوں کے بارے میں پوچھا گیا یہ بھی ان میں سے تھا، انہیں کہا گیا:
اللہ تعالیٰ کے فرمان وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً (الانبیاء: 81) اور جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ (یونس: 22) میں اور اللہ
تعالیٰ کے فرمان كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ۝ (الحاقہ) اور اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ میں کیا فرق ہے؟ مبرد نے جواب دیا:
اس باب سے جب بھی تجھ پر کوئی چیز وارد ہو اگر تو چاہے تو لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے مذکر ضمیر لوٹا دے یا معنی کا اعتبار کرتے
ہوئے مونث ضمیر لوٹا دے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ نخل اور نخیل ایک ہی معنی میں ہیں مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال
ہوتے ہیں جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔
فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ۝ وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ اس کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝

”ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پھر وہ کہنے لگے کیا ایک انسان جو ہم میں سے ہے اور (اکیلا) ہے ہم اس کی پیروی کریں پھر تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کیا اتاری گئی ہے وحی اس پر ہم سب میں سے (یہ کیونکر ممکن ہے) بلکہ وہ بڑا جھوٹا شیخی باز ہے۔ کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا شیخی باز ہے“۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝ سے مراد حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے جنہوں نے رسولوں اور اپنے نبی کو جھٹلایا یا
آیات کو جھٹلایا جو نذر ہیں۔ فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ کیا ہم اپنے میں سے ایک فرد کی اتباع کریں اور جماعت کو ترک
کریں۔ ابو اشہب، ابن سمیقع اور ابو سمال عدوی نے اسے ابشر رفع کے ساتھ پڑھا ہے اسی طرح واحد کو مبتدا ہونے کی
حدیث سے مرفوع پڑھا ہے اس کی خبر نَّتَّبِعُهٗۤ ہے باقی نے نصب دی ہے تقدیر کلام یہ ہوگی انتبع بشرا منا واحدا نتبعه ابو
سمال نے ابشر، منا واحد پڑھا ہے بشر کو رفع فعل مضمر کی وجہ سے دیا ہے جس فعل پر القی دلالت کرتا ہے۔ گویا کہا: اینبا
بشر منا اور واحد اس میں یہ جائز ہے کہ یہ منا کی ضمیر سے حال ہو اس کو نصب دینے والی ظرف ہے تقدیر کلام یہ ہوگی اینبا بشر
کائن منا منفردا یہ بھی جائز ہے کہ یہ نتبعہ کی ضمیر سے حال ہو۔ یعنی اس حال میں کہ وہ منفرد ہو اس کا کوئی مددگار نہ ہو اِنَّاۤ اِذًا
لَّفِیْ ضَلٰلٍ یعنی صحیح بات سے دور ہوں گے وَّ سُعُرٍ ۝ اس کا معنی جنون ہے عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے ناقۃ مسعورۃ

گویا زیادہ چستی کی وجہ سے مجنون ہے؛ ابن عباس نے اس کا ذکر کیا ہے۔ شاعر اپنی اونٹنی کی تعریف کرتا ہے:

تَخَالُ بها سُعُرًا اذا السَّفْرُ هَزَّهَا ذَمِيلٌ وايقاعٌ من السَّيْرِ مُتْعِبُ

ذمیل اونٹ کی چال کی ایک صورت ہے۔ ابو عبید نے کہا: جب چال عنق سے بڑھ جائے تو اسے تزید کہتے ہیں جب وہ اس سے بڑھ جائے تو وہ ذمیل ہوتی ہے پھر رسیم ہے۔ یوں باب ذکر کیا جاتا ہے: ذمل یذمُل ویذمِل ذمیلا اصمعی نے کہا: لا یذمل بعیر یوما ولیلۃ الا مھری۔ مہری اونٹ کے سوا کوئی اونٹ رات اور دن لگاتار ذمیل چال نہیں چل سکتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: السعر کا معنی عذاب ہے(1)؛ یہ فراء کا قول ہے۔ مجاہد نے کہا: حق سے دور۔ سدی نے کہا: اس کا معنی ہے جلنا(2)؛

شاعر نے کہا:

وَمِنَ الْحُبِّ جُنُوْنٌ مُسْتَعِرْ

محبت کی وجہ سے ایسا جنون لاحق ہوتا ہے جو بھڑکتا ہے۔

ابو عبید نے کہا: یہ سعیر کی جمع ہے جس کا معنی آگ کی لپک ہے مجنون اونٹ یہاں وہاں جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ گرمی کی وجہ سے وہ جل رہا ہوتا ہے۔ آیت کا معنی ہے بے شک ہم بدبختی اور تھکاوٹ میں ہیں جو ہمیں لازم ہو چکی ہے۔

ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا کیا آل ثمود میں سے اسے رسالت کے لیے خاص کیا گیا ہے جب کہ آل ثمود میں اس سے بڑھ کر مالدار ہیں اور اچھے حال والے ہیں۔ یہاں ہمزہ استفہام کے لیے ہے اور معنی انکار کا دے رہا ہے۔

بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ یعنی بات اس طرح نہیں جس طرح وہ دعوی کرتا ہے بلکہ وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ بڑا بنے اور وہ بغیر استحقاق ہم پر بڑائی تلاش کرتا ہے الشر کا معنی تکبر، تجبر اور نشاط ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: فرس اَشِر جب وہ سرکش اور چست ہو۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اشر کا معنی سرکش ہے اشر، بطر کے معنی میں آتا ہے؛ شاعر نے کہا:

أَشِرْتُمْ بِلُبْسِ الخَزِّ لمّا لَبِسْتُمْ وَمِنْ قَبْلُ مَا تَدْرُوْنَ مَنْ فَتَحَ الْقُرَى(3)

جب تم نے ریشم پہنا تو اسے پہننے کی وجہ سے تم نے تکبر کیا اس سے پہلے تم نہیں جانتے کہ بستیاں کس نے فتح کیں۔

اس کا باب یوں ذکر کیا جاتا ہے قد اَشِرَ یأشَرُ أَشَرًا فهو أَشِرٌ واَشْرَان وقوم أُشَارَى جس طرح سکران اور سُکاری؛ شاعر نے کہا:

وخَلَتْ وُعُوْلًا أُشَارَى بِهَا

وہ ان پہاڑی بکروں سے خالی ہو گئی جو اس پر فخر کرتے تھے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اس مقام کی طرف تجاوز کرنے والا ہے جس کا وہ مستحق نہیں۔ معنی ایک ہی ہے۔ ابن زید اور

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 264 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 415 3۔ ایضاً

عبدالرحمن بن حماد نے کہا: الاشر اسے کہتے ہیں جس کو جو بات کہی جائے اس کی پرواہ نہ کرے۔ ابو جعفر اور ابو قلابہ نے کہا: اَشَرّ شین کے فتحہ اور راء کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی اس کی وجہ سے ہم شریر ہوئے اور خبیث ہوئے۔

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا وہ قیامت کے روز عذاب کو ضرور دیکھیں گے یا معنی ہے دنیا میں ہی جب ان پر عذاب نازل ہوگا تو وہ اسے دیکھیں گے۔ ابن عامر اور حمزہ نے اسے تاء کے ساتھ پڑھا ہے کہ حضرت صالح انہیں خطاب کریں گے باقی یاء کے ساتھ پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت صالح کو ان کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: غدًا لوگوں کی عادت کے طور پر ہے کہ وہ انجام کے قریب ہی وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے کہتے ہیں: إن مع اليوم غدا۔ شاعر نے کہا:

للموتِ فيها سِهامٌ غير مُخْطِئَةٍ مَنْ لم يكن مَيِّتًا في اليوم ماتَ غَدًا

اس میں موت کے ایسے تیر ہیں جو خطا نہیں جاتے جو آج نہیں مرے گا کل مرجائے گا۔

مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ ابو قلابہ نے الاشر پڑھا ہے یعنی شین پر فتحہ اور راء مشدد ہے یہ اپنے اصل پر ہے۔ ابو حاتم نے کہا: عرب اشر اور أخیر ضرورت شعری کے سوا نہیں بولتے جس طرح رؤبہ کا قول ہے:

بِلَالُ خَيْرُ النّاسِ وابنُ الأَخْيَرِ

بلال لوگوں میں سے بہترین ہے اور بہترین کا بیٹا ہے۔

وہ کہتے ہیں: هو خير قومه، هو شر الناس اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: 110)

فرمایا فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا (مریم: 75)

ابو حیوہ سے شین کے فتحہ اور راء کی تخفیف کے ساتھ مروی ہے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر نے شین کے ضمہ کے ساتھ یہ پڑھا ہے۔ نحاس نے کہا: یہ بھی الاشر کے معنی میں ہے اس کی مثل رجل حذِر اور رجل حذُر ہے۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

''ہم بھیج رہے ہیں ایک اونٹنی ان کی آزمائش کے لیے پس (اے صالح) ان کے انجام کا انتظار کرو اور صبر کرو۔ اور انہیں آگاہ کر دیجئے کہ پانی تقسیم کر دیا گیا ہے ان کے درمیان، سب اپنی اپنی باری پر حاضر ہوں۔ پس ثمودیوں نے بلایا اپنے ایک ساتھی (قدار) کو پس اس نے وار کیا اور (اونٹنی کی) کونچیں کاٹ دیں۔ پھر (معلوم ہے) کیسا تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے۔ ہم نے بھیجی ان پر چنگھاڑ پھر وہ اس طرح ہو کر رہ گئے جیسے روندی ہوئی خار دار باڑ۔ بے شک ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا''۔

اِنَّا مُرۡسِلُوا النَّاقَةِ ہم اس اونٹنی کو اس پہاڑ سے نکالنے والے ہیں جس سے نکلنے کا انہوں نے سوال کیا تھا۔ روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی تو جس چٹان کو انہوں نے معین کیا تھا وہ اس اونٹنی کی کوہان سے پھٹ گئی تو دس ماہ کی گابھن اونٹنی نکل آئی۔ فِتۡنَةً لَّهُمۡ ان کی آزمائش کے لیے۔ یہ مفعول لہ ہے فَارۡتَقِبۡهُمۡ یعنی جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کا انتظار کیجئے وَاصۡطَبِرۡ ان کی اذیتوں پر صبر کیجئے اصۡطَبِرۡ میں طاء کی اصل تاء ہے تو یہ طاء سے بدل گئی تاکہ اطباق میں طاء کے موافق ہو جائے۔

وَ نَبِّئۡهُمۡ اَنَّ الۡمَآءَ قِسۡمَةٌۢ بَيۡنَهُمۡ انہیں بتا دیں کہ پانی آل ثمود اور اونٹنی کے درمیان تقسیم ہے اونٹنی کے لیے ایک دن ہے اور ان کے لیے ایک دن ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَّهَا شِرۡبٌ وَّ لَكُمۡ شِرۡبُ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ (الشعراء) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس دن آل ثمود کی باری ہوتی تو اس دن اونٹنی کچھ پانی بھی نہ پیتی لوگوں کو دودھ دیتی اور وہ نعمتوں میں ہوتے اور جس روز اونٹنی کی باری ہوتی تو سارا پانی پی جاتی ان کے لیے کچھ چیز نہ چھوڑتی۔ بَيۡنَهُمۡ ارشاد فرمایا کیونکہ عرب میں چوپاؤں کے ساتھ انسانوں کے بارے میں خبر دیتے تو انسانوں کو غلبہ دیتے۔ ابو زبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب ہم حجر کی وادی میں اترے (1) جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں تھے فرمایا: ''اے لوگو! ان آیات کے بارے میں سوال نہ کرو یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہیں انہوں نے اپنے نبی سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایک اونٹنی بھیجے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک اونٹنی بھیج دی وہ اس راستہ سے آئی جس دن اس کی باری ہوتی ان کا سارا پانی پی جاتی اور جس دن باری نہ ہوتی وہ اس اونٹنی سے اتنا ہی دودھ دوہتے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَ نَبِّئۡهُمۡ اَنَّ الۡمَآءَ قِسۡمَةٌۢ بَيۡنَهُمۡ کا یہی معنی ہے''۔

كُلُّ شِرۡبٍ مُّحۡتَضَرٌ شِرۡبٌ جب کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی پانی کا حصہ ہے ضرب المثل میں ہے آخرھا اقلھا شربا اس کا اصل معنی اونٹوں کو پانی پلانا ہے کیونکہ ان کا آخری اونٹ پانی پر وارد ہوتا تو حوض کا پانی ختم ہو چکا ہوتا۔ مُّحۡتَضَرٌ کا معنی ہے اس کے پاس وہی حاضر ہوتا جس کا حق ہوتا۔ اونٹنی اپنی باری کے دن پانی پر حاضر ہوتی اور جس دن آل ثمود کی باری ہوتی اس دن غائب ہو جاتی؛ یہ مقاتل کا قول ہے۔ مجاہد نے کہا: ثمود پانی پر حاضر ہوتے جس روز اونٹنی کی باری نہ ہوتی تو وہ پانی پیتے اور جس دن اس کی باری ہوتی وہ دودھ پر حاضر ہوتے اور اس کا دودھ دوہتے (2)۔

فَنَادَوۡا صَاحِبَهُمۡ انہوں نے اپنے ساتھی کو بلایا تاکہ اسے اس کی کونچیں کاٹنے پر برانگیختہ کریں۔ فَتَعَاطٰى اس نے اس کی کونچیں کاٹنے کی ذمہ داری قبول کر لی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ تعاطی کا معنی ہے اس فعل کو اپنے ذمہ میں لے لیا۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے عطوت یعنی میں نے اسے لے لیا۔

محمد بن اسحاق نے کہا: وہ اس اونٹنی کے لیے اس کے راستے میں ایک درخت کی جڑ میں چھپ گیا اور اسے تیر مارا اور اس تیر کے ساتھ اس کی پنڈلی کے پٹھے کو چھید دیا پھر تلوار سے اس پر حملہ کیا اور اس کی کونچ کو ظاہر کر دیا وہ اونٹنی گری اور ایک ہی دفعہ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 415	2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 265

بلبلائی اس کا نوزائدہ بچہ اس کے بطن سے گر گیا پھر اس نے اس کی گردن کو کاٹ دیا۔ اس کا نوزائدہ بچہ چلا یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک چٹان پر آیا بلبلایا پھر چٹان کی پناہ لے لی۔ حضرت صالح علیہ السلام قوم کے پاس آئے جب آپ نے اونٹنی کو دیکھا کہ اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں تو آپ رونے لگے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بشارت ہو۔ سورۂ اعراف میں اس معنی کا بیان گزر چکا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس آدمی نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اس کا رنگ سرخ، آنکھیں نیلی، زردی مائل، سر سے گنجا اور گدی پر بال تھے (1)۔ اس کے نام کے بارے میں کہا جاتا ہے: قدار بن سالف۔ افوہ اَودی نے کہا:

أو قَبْلَه كَقُدَارٍ حين تَابَعَهُ   على الغِوَايَةِ أقوامٌ فقد بادُوا

یا اس سے پہلے جس طرح قدار جب سرکشی پر اس کی پیروی کی مختلف قوموں نے تو وہ ہلاک ہو گئے۔

عرب قصاب کو قدار کا نام دیتے ہیں وہ اسے قدار بن سالف سے تشبیہ دیتے ہیں جو آل ثمود کا منحوس آدمی تھا۔ مہلہل نے کہا:

إنّا لَنَضْرِبُ بالسُّيُوفِ رُءوسَهُمْ   ضَرْبَ القُدَارِ نَقِيعَةَ القُدَّامِ (2)

ہم تلواروں کے ساتھ ان کے سروں پر ضرب لگاتے ہیں جس طرح قدار نے ضرب لگائی مقصد آنے والوں کی ضیافت کا اہتمام ہوتا ہے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز ہے۔ سورۂ ہود میں یہ بحث گزر چکی ہے: **فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ** ۝ حضرت حسن بصری، قتادہ اور ابو العالیہ نے المحتظر پڑھا (3) یعنی ظاء پر فتحہ ہے اس سے انہوں نے باڑہ کا ارادہ کیا ہے باقی قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے باڑے والے کا ارادہ کیا ہے۔ صحاح میں ہے المحتظر اسے کہتے ہیں جو باڑہ بناتا ہے اسے کھشیم المحتظر پڑھا گیا ہے جس نے اسے کسرہ دیا ہے اس نے اسے فاعل بنایا ہے جس نے اسے فتحہ دیا ہے اس نے اسے مفعول بہ بنایا ہے۔ وہ آدمی جو کم بھلائی والا ہو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے: انہ لنکد الحظیرۃ۔ ابو عبید نے کہا: میرا خیال ہے اس کے اموال کو حظیر کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اس نے ان اموال کو اپنے پاس محفوظ کیا ہے یہ فعیلۃ کا وزن ہے جو مفعولہ کے معنی میں ہے۔ مہدوی نے کہا: جس نے محتظر کی ظاء کو فتحہ دیا تو اس کے نزدیک یہ مصدر ہے معنی ہو گا کھشیم الاحتظار۔ یہ بھی جائز ہے کہ اَلْمُحْتَظِرِ سے مراد وہ درخت ہو جس سے باڑا بنایا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اَلْمُحْتَظِرِ اس آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے ریوڑ کے لیے درخت اور کانٹوں سے باڑا بناتا ہے اس سے جو گرتا ہے اور ریوڑ جسے پیس دیتا ہے اسے ہشیم کہتے ہیں۔

ان سے یہ بھی مروی ہے: اس گھاس کی مانند جسے ریوڑ کھا جاتا ہے۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: بوسیدہ اور جلی ہوئی ہڈیوں کی مانند، یہ قتادہ کا قول ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد ایسی مٹی ہے جو ہوا والے دن دیواروں سے گرتی ہے۔ سفیان

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 416   2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 218   3۔ ایضاً

ثوری نے کہا: جب تو باڑے کو ڈنڈا مارے تو باڑے سے جو چیز گرتی ہے اسے هشیم کہتے ہیں، یہ فعیل بمعنی مفعول ہے۔ ابن زید نے کہا: عرب ہر اس چیز کو هشیم کہتے ہیں جو پہلے تر ہو پھر خشک ہو جائے۔ حظر کا معنی روکنا اور محفوظ کرنا ہے محتظر یہ فعتحل کا وزن ہے اس معنی میں کہا جاتا ہے: احتظر علی ابله وحظر یعنی اس نے درخت جمع کیے اور بعض کو بعض پر رکھا تا کہ وہ اپنے اونٹوں کو ہوا کی ٹھنڈک اور درندوں سے محفوظ رکھے؛ شاعر نے کہا:

تَرَی جِیَفَ المَطِیِّ بجانبیه کأنّ عظامَها خَشَبُ الْهَشِیمِ(1)

تو سواری کے ڈھانچہ کو اس کی دونوں جانب دیکھے گویا اس کی ہڈیاں بوسیدہ لکڑیاں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: گویا وہ اس گندم کی طرح ہیں جسے گاہیا گیا ہو۔ اس تعبیر کی صورت میں محتظر سے مراد کھیتی کی باڑ ہے هشیم سے مراد بالی اور بھوسہ کے ریزے ہیں۔

وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

''قوم لوط نے بھی جھٹلایا تھا پیغمبروں کو۔ ہم نے بھیجی ان پر پتھر برسانے والی ہوا سوائے لوط کے گھرانے کے، ہم نے ان کو بچا لیا سحری کے وقت، یہ (خاص) مہربانی تھی ہماری طرف سے، اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔ اور بے شک ڈرایا تھا انہیں لوط (علیہ السلام) نے ہماری پکڑ سے پس جھگڑنے لگے ان کے ڈرانے کے بارے میں۔ اور انہوں نے پھسلانا چاہا لوط کو اپنے مہمانوں سے تو ہم نے میٹ دیا ان کی آنکھوں کو لو اب چکھو (اے بے حیاؤ!) میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ۔ پس صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب نازل ہوا۔ تو اب چکھو میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ۔ اور بے شک ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا''۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ قوم لوط کے بارے میں خبر دی جب انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا یعنی ایسی ہوا بھیجی جو ان پر کنکر پھینکتی تھی۔ حصباء سے مراد حصی ہے۔ نضر نے کہا: حاصب سے مراد ہوا میں سنگریزے ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا: حاصب سے مراد پتھر ہیں۔ صحاح میں ہے: حاصب سے مراد ایسی شدید ہوا ہے جو

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 417

سنگریزہ کو اڑاتی ہے اسی طرح حصبہ ہے۔ عصفت الریح یعنی ہوا تیز ہوئی۔ ھی ریح عاصف وعصوف۔

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اس سے مراد وہ افراد ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے دین کی اتباع کی وہ صرف آپ کی دو بیٹیاں تھیں۔ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ اخفش نے کہا: اسے منصرف ذکر کیا ہے کیونکہ یہ نکرہ ہے۔ اگر معین دن کی سحری کا ارادہ ہوتا تو پھر اسے منصرف ذکر نہ کیا جاتا اس کی مثل اِهْبِطُوْا مِصْرًا (بقرہ: 61) جب اسے نکرہ ذکر کیا جب الله تعالیٰ نے اسی لفظ کو معرفہ ذکر کیا اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (یوسف: 99) اسے غیر منصرف ذکر کیا۔ زجاج نے بھی یہی کہا ہے: سحر جب نکرہ ہو تو اس سے سحریوں میں سے ایک سحری مراد ہوگی اور اسے منصرف شمار کیا جائے گا تو کہے گا: أتيته سحرا جب تو اپنے دن کی سحری مرا لے گا تو تو اسے غیر منصرف بنائے گا تو کہے گا: اتيته سحرَ اور أتيته بسحرٍ۔

سحر سے مراد رات کے آخری حصہ میں اور طلوع فجر کے درمیان کا وقت ہے۔ لغت عرب میں اس سے مراد رات کی سیاہی کا دن کے پہلے حصہ کی سفیدی کے ساتھ مل جانا کیونکہ اس وقت رات اور دن کے آثار ہوتے ہیں۔

نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ہماری جانب سے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو بیٹیوں پر انعامات ہیں۔ نعمة مفعول بہ ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے۔ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ مَنْ شَكَرَ سے مراد ہے جو الله تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کی اطاعت کی۔ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں ڈرایا۔ بَطْشَتَنَا اس سے مراد ہماری سزا ہے اور ہم انہیں عذاب سے جو پکڑ سکتے ہیں۔ فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ رسول نے انہیں جس چیز سے ڈرایا تھا اس میں انہوں نے شک کیا اور اس کی تصدیق نہ کی (1)۔ یہ مرية سے تفاعل کا وزن ہے۔ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ قوم کے افراد نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ انہیں فرشتوں پر قدرت دے دیں جو ان کے پاس مہمان کی حیثیت سے آئے ہیں وہ بے حیائی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ باب ذکر کیا جاتا ہے راودته على كذا مراودة ورودا میں نے اس کا ارادہ کیا۔ راد الكلأ يروده رودا وريادا، ارتاده ارتيادا سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی گھاس کو تلاش کیا۔ حدیث طیبہ میں ہے: اذا بال أحدكم فليرتد لبوله (2) یعنی جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کا ارادہ کرے تو نرم جگہ یا پست جگہ کو تلاش کرے۔

فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت جبرئیل امین نے ان کو پر مارا تو وہ اندھے ہو گئے۔ ایک قول یہ کیا گیا: ان کی آنکھیں چہرے کی طرح ہو گئیں ان کا شگاف بھی دکھائی نہیں دیتا تھا جس طرح ہوا آثار کو مٹا دیتی کہ ان پر مٹی ڈال دیتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نہیں بلکہ الله تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا جب کہ ان کی آنکھیں درست تھیں تو وہ ان کو دیکھ نہیں رہے تھے۔ ضحاک نے کہا: الله تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا وہ فرشتوں کو دیکھ نہیں رہے تھے۔ انہوں نے کہا: جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو ہم نے انہیں دیکھا تھا وہ کہاں چلے گئے ہیں؟ وہ واپس پلٹ آئے اور انہیں نہ دیکھا (3)۔

فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ ہم نے انہیں کہا: میرا عذاب چکھو۔ اس امر سے مراد خبر ہے، یعنی میں نے انہیں اپنا وہ عذاب

1۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 3، صفحہ 261
2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، الرجل يتبوأ لبوله، جلد 1، صفحہ 2
3۔ تفسیر ماوردی، جلد 4، صفحہ 418

چکھایا جس کے بارے میں انہیں لوط علیہ السلام نے خبردار کیا تھا۔ وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ یعنی دائمی اور عام عذاب وہ ان میں رہا یہاں تک کہ یہ عذاب انہیں عذات آخرت کی طرف لے گیا۔ وہ عذاب یہ تھا کہ ان کی بستی ان پر الٹ دی گئی اور ان کے اوپر والے حصہ کو نیچے والا حصہ بنا دیا۔ بُكْرَةً یہاں یہ نکرہ ہے اسی لیے منصرف ہے۔ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ یہاں عذاب سے مراد وہ عذاب ہے جو ان پر آنکھوں کے بے نور ہونے کی صورت میں واقع ہوا یہ اس عذاب سے مختلف تھا جس کے ساتھ انہیں ہلاک کیا گیا اس وجہ سے مکرر ذکر کرنا اچھا ہے۔

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ اس کے بارے میں تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

''اور آئے آل فرعون کے پاس ڈرانے والے، انہوں نے جھٹلایا ہماری ساری آیتوں کو پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا جیسے کوئی زبردست قوت والا پکڑتا ہے''۔

وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ آل فرعون سے مراد قبطی ہیں۔ نذر سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہیں۔ بعض اوقات جمع کا صیغہ دو افراد پر بھی آتا ہے۔ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا آیات سے مراد معجزات ہیں جو ہماری توحید اور ہمارے انبیاء کی نبوت پر دال ہیں وہ عصا، ید بیضا، قحط، آنکھوں کا بے نور ہونا، طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک اور خون ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: النُّذُرُ سے مراد الرسل ہیں ان کے پاس حضرت یوسف علیہم السلام، ان کے بیٹے یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نذر سے مراد انذار ہے۔

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ، عَزِيْزٍ کا معنی ہے جو انتقام لینے میں غالب ہو۔ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اس پر قادر ہو جس کا ارادہ کرے۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾

''کیا تمہاری قوم کے کفار بہتر ہیں ان سے یا تمہارے لیے معافی لکھ دی گئی ہے آسمانی نوشتوں میں یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب ہی رہے گی۔ عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، بلکہ ان کے وعدہ کا وقت (روز) قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے''۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ عربوں سے خطاب کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: مراد حضرت محمد ﷺ کی امت کے کفار ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہمزہ استفہامیہ ہے اور استفہام انکار کے معنی میں ہے اس کا معنی نفی ہے مراد ہے تمہارے کفار ان کفار سے بہتر نہیں جو سابقہ امتوں میں تھے جنہیں ان کے کفر کے باعث ہلاک کیا گیا۔

اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ یعنی کیا وہ کتابیں جو انبیاء پر نازل ہوئیں ان میں یہ مذکور ہے کہ تمہیں عذاب سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا لوح محفوظ میں تمہارے لیے عذاب سے براءت لکھی ہوئی ہے؟

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ۝ یعنی ہم ایسی جماعت ہیں جن کی تعداد کی کثرت اور قوت کی وجہ سے اس پر غلبہ نہیں پایا جاسکتا۔ آیات کے سروں کی اتباع کرتے ہوئے منتصر ین نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور فرمایا: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ یعنی کفار مکہ کو شکست دی جائے گی۔ یہ غزوہ بدر اور دوسرے مواقع پر ہوا۔ عام قراءت سیھزم ہے یاء کے ساتھ مجہول کا صیغہ ہے اور الجمع نائب فاعل ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے۔ رویس نے یعقوب سے سَنَهْزِمُ نون کے فتحہ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ نقل کیا ہے اور الجمع کو منصوب پڑھا ہے۔

وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝ عام قراءت یاء کے ساتھ ہے ان کے بارے میں خبر دی جارہی ہے۔ عیسیٰ، ابن اسحاق اور رویس نے یعقوب سے وتولون تاء کے ساتھ خطاب کا صیغہ پڑھا ہے۔ الدُّبُرَ اسم جنس ہے جس طرح الدرهم اور الدینار ہے اسے واحد ذکر کیا مراد جمع ہے تاکہ آیات کے سرے موافق رہیں۔ مقاتل نے کہا: ابوجہل نے بدر کے روز اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ صف سے آگے نکلا اور کہا: آج ہم (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے بدلہ لیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝ کو نازل کیا۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝ نازل ہوا تو میں نہیں جانتا تھا کہ کون سی جماعت شکست کھائے گی جب بدر کا دن تھا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زرہ میں تیزی سے چلتے ہوئے دیکھا آپ کہہ رہے تھے: اے میرے اللہ! بے شک قریش تیرے پاس فخر کرتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے آئے ہیں وہ تجھ سے دشمنی رکھتے ہیں اور تیرے رسول سے دشمنی رکھتے ہیں کل انہیں ہلاک کر دے پھر ان کلمات کو اپنی زبان سے ادا کیا سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝ تو میں اس کا معنی سمجھ گیا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کے بارے میں خبر دی تو اسی طرح واقع ہوا جس طرح خبر دی أخنی علیه الدهر اس پر آیا اور اسے ہلاک کر دیا؛ اس معنی میں نابغہ کا قول ہے:

أَخْنَى علیه الذی أَخْنَى علی لُبَدِ

اسے اسی نے ہلاک کیا جس نے لبد کو ہلاک کیا۔

أخنیت علیه میں نے اس پر فاسد کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس آیت کے نزول اور واقعہ بدر کے درمیان سات سال کا عرصہ حائل تھا اس تعبیر کی بنا پر آیت مکی ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت مروی ہے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ۝ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جب کہ میں بچی تھی اور کھیلا کرتی تھی (1)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے روز قبہ میں موجود تھے: أنشدك عهدك و وعدك اللّٰهم إن شئت لم تعبد بعد الیوم أبدا (2) میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں اگر تو

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، بل الساعة موعدهم، جلد 2، صفحہ 722　　2۔ ایضاً، کتاب الجهاد، ما قیل فی درع النبی، جلد 1، صفحہ 408

(مومنوں کی ہلاکت) چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا عرض کی: کافی ہے یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے اصرار کر لیا۔ آپ زرہ میں تھے آپ نکلے جب کہ آپ کہہ رہے تھے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ مراد قیامت ہے۔

وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ جو انہیں بدر کے روز لاحق ہوا قیامت اس سے زیادہ سخت ہوگی۔ أدهى، داهية سے مشتق ہے اس سے مراد عظیم امر ہے یہ جملہ کہا جاتا ہے: دهاه أمر كذا یعنی اسے مصیبت پہنچی۔ ابن سکیت نے کہا: دهته داهية دهواء و دهياء یہ اس کے لیے تاکید ہے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝

''بے شک مجرم گمراہی اور پاگل پن کا شکار ہیں۔ اس روز انہیں گھسیٹا جائے گا آگ میں منہ کے بل (انہیں کہا جائے گا) چکھو اب آگ میں جلنے کا مزہ۔ ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ایک اندازے سے''۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝

اس میں چار مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ فِيْ ضَلٰلٍ یعنی حق سے دور اور سُعُرٍ یعنی جلنا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: سعر سے مراد جنون ہے جس طرح اس سورت میں پہلے گزرا ہے۔ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قریش کے مشرک آئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں جھگڑ رہے تھے؛ تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ اسے امام ترمذی نے بھی نقل کیا ہے اور کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام مسلم نے طاؤس سے روایت نقل کی ہے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چند لوگوں کو یہ کہتے ہوئے پایا، وہ کہہ رہے تھے: كل شيء بقدر (1) ہر شی تقدیر کے مطابق ہے میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: كل شيء بقدر حتى العجز والكيس او الكيس والعجز (2) ہر شی تقدیر کے مطابق ہے یہاں تک کہ ضعف اور دانش۔ اس میں قدریہ کے مذہب کا بطلان ہے۔

ذُوْقُوْا یہ مقولہ ہے یعنی انہیں کہا جائے گا: چکھو اس کے مَسَّ سے مراد ہے جو اس کے واقع ہونے کے وقت وہ دکھ محسوس کریں گے۔ سَقَرَ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو منصرف نہیں کیونکہ یہ ایسا اسم ہے جو مؤنث اور معرفہ ہے اسی طرح لظی اور جہنم ہے۔ عطا نے کہا: سقر جہنم کا چھٹا درجہ ہے۔ قطرب نے کہا: سقر یہ سقرته الشمس سے ماخوذ ہے صقرته اسے سیاہ کر دیا۔ یوم مسقر و مصقر سخت گرم۔

مسئلہ نمبر 2۔ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ عام قراءت میں كل نصب کے ساتھ ہے ابو سمال نے كل رفع کے ساتھ پڑھا ہے یہ

1۔ صحیح مسلم، کتاب القدر، كل شيء بقدر، جلد 2، صفحہ 336　　2۔ ایضاً

مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے جس نے اسے نصب دی ہے تو نصب فعل کے مضمر ہونے کی بناء پر ہے، یہ کوفیوں کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے کیونکہ ان فعل کو طلب کرتا ہے تو اس وجہ سے یہ صورت اولی ہے نصب الله تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں عموم پر دال ہے کیونکہ اگر خَلَقْنٰهُ جو محذوف فعل کا مفسر بن رہا ہے اس کو تو حذف کرتا اور پہلے فعل خلقنا کو ظاہر کرتا تو کلام یوں ہوتی انا خلقنا کل شیء بقدر تو خلقناہ کو شیء کی صفت بنانا صحیح نہ ہوتا کیونکہ صفت ایسی چیز میں عمل نہیں کرتی جو موصوف سے پہلے ہو اور جو ماقبل میں عامل ہو اس کی تفسیر نہ ہوتی۔

مسئلہ نمبر 3۔ جس نقطہ نظر پر اہل سنت ہیں کہ الله تعالیٰ نے اشیاء کو مقدر کیا مراد ہے اس کی مقداروں، احوال اور ازمان کو ان کے ایجاد کرنے سے پہلے جانتا ہے پھر ان میں سے ان چیزوں کو ایجاد کیا کہ وہ اسے اس طریقہ پر ایجاد کرے گا جو اس کے علم میں پہلے سے موجود تھا عالم بالا اور عالم سفلی پر کوئی امر وقوع پذیر نہیں ہوتا مگر وہ الله تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے واقع ہوتا ہے مخلوق اس میں موثر حقیقی نہیں مخلوقات اس میں صرف کسب، کاوش، نسبت اور اضافت ہوا کرتی ہے۔ یہ سب چیزیں انسان کو اس لیے حاصل ہوتی ہیں کہ الله تعالیٰ کی جانب سے آسانی پیدا کرنے، اس کی قدرت، اس کی توفیق اور الہام کی وجہ سے حاصل ہوا۔ وہ پاک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی خالق ہے جس طرح قرآن وسنت کی نصوص اس بارے میں وارد ہیں بات اس طرح نہیں جس طرح قدریہ اور دوسرے علماء نے کہا کہ اعمال ہمارے قبضہ میں ہیں اور آجال کسی اور کے قبضہ میں ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: نجران کا وفد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے عرض کی: اعمال ہماری قدرت میں ہیں اور موتیں کسی اور کے قبضہ میں ہیں، تو یہ آیات خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ تک نازل ہوئیں۔ انہوں نے کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہمارے خلاف ہمارے گناہ لکھتا ہے اور ہمیں عذاب دے گا؟ فرمایا: ''تم قیامت کے روز الله تعالیٰ کے ساتھ جھگڑا کرنے والے ہو گے''۔

مسئلہ نمبر 4۔ ابو زبیر نے حضرت جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس امت کے مجوسی الله تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والے ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی تیمارداری نہ کرو، اگر وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں حاضر نہ ہو، وہ تمہیں ملیں تو انہیں سلام نہ کرو''۔ ابن ماجہ نے اسے سنن میں نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے دونوں نے کہا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں سے دو قسم کے افراد ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں وہ مرجئہ اور قدریہ ہیں''۔ نحاس نے سند بیان کی ہے ابراہیم بن شریک کوفی، عقبہ بن مکرم ضبی سے وہ یونس بن بکیر سے وہ سعید بن میسرہ سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ قدریہ جو یہ کہتے ہیں کہ خیر و شر ہمارے ہاتھوں میں ہے میری شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں نہ میں ان میں سے ہوں اور نہ وہ مجھ سے ہیں''۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے براءت کا اظہار کیا اور براءت کا اظہار کافر سے ہی کیا جا سکتا ہے پھر اس قول کے ساتھ اسے موکد کیا حضرت عبد الله بن عمر اس کے ساتھ قسم اٹھاتے اگر ان میں سے کسی کا احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ

اسے خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے صدقہ قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لائے یہ ایسے ہی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا منافقین کے بارے میں ارشاد ہے: وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ (التوبہ: 54) یہ واضح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تقدیر پر ایمان غم اور حزن کو دور کر دیتا ہے''۔

وَ مَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝۵۰ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۵۱ وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝۵۲ وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝۵۳ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۝۵۴ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝۵۵

''اور نہیں ہوتا ہمارا حکم مگر ایک بار جو آنکھ جھپکنے میں واقع ہو جاتا ہے۔ اور بے شک ہم نے ہلاک کر دیا جو (کفر میں) تمہارے ہم مشرب تھے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے ان کے نامہ اعمال میں درج ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے۔ بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہوں گے بڑی پسندیدہ جگہ میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے پاس (بیٹھے) ہوں گے''۔

وَ مَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ یعنی ہمارا امر ایک ہی دفعہ ہوتا ہے كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝۵۰ یعنی میرا فیصلہ میری مخلوق میں آنکھ جھپکنے سے بھی تیز ہوتا ہے۔ لمح کا معنی تیزی سے دیکھنا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے لمح البرق ببصرہ بجلی آنکھ جھپکنے برابر چمکی۔ صحاح میں ہے: لمحه، المحه جب اسے ہلکی نظر سے دیکھا۔ اسم لمحه ہے لمح البرق والنجم لمحا یعنی بجلی چمکی۔

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ یعنی ہم نے سابقہ امتوں میں سے ایسے لوگوں کو قتل کیا جو کفر میں تمہارے مشابہ تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے تمہارے پیروکاروں اور تمہارے مددگاروں۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۵۱ ہے کوئی ایسا جو نصیحت حاصل کرے۔ وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝۵۲ یعنی ان سے قبل امتوں نے بھلائی یا برائی میں سے جو بھی اعمال کیے وہ لکھے ہوتے ہیں یہ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝۴۹ کا بیان ہے۔

فِي الزُّبُرِ ۝۵۲ سے مراد لوح محفوظ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کراماً کاتبین کی کتابیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ام الکتاب میں لکھا ہوا ہے وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝۵۳ یعنی ہر گناہ جو چھوٹا ہو یا بڑا ہو وہ عامل کے حق میں لکھا ہوتا ہے قبل اس کے کہ وہ اس کو کرے تاکہ اسے جزا دی جائے اور جب وہ اس پر عمل کرتا ہے اس وقت اسے لکھا جاتا ہے۔ سطر يسطر سطرا کا معنی لکھنا ہے، استطر بھی اس کی مثل ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۝۵۴ جب کفار کی صفت بیان کی تو مومنین کی بھی صفت بیان کی وَّ نَهَرٍ یعنی پانی، شراب، شہد اور دودھ کی نہریں (1)؛ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ اسے واحد ذکر کیا کیونکہ یہ آیت کا سرا ہے، پھر واحد کا صیغہ کبھی تمام کی خبر دیتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نَهَرٍ یعنی وہ روشنی اور وسعت میں ہے۔ اس سے نہار کا لفظ ہے کیونکہ وہ روشن ہوتا ہے اسی معنی میں انهرت الجرح میں نے زخم کو کھلا کیا؛ شاعر نے کہا:

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 420

مَلَكْتُ بِهَا كَفِّي فَأَنْهَرْتُ فَتْقَهَا (1)

اس کے ساتھ میں نے اپنی ہتھیلی کو قوی کیا اور اس کے سوراخ کو کھلا کیا۔

ابومجلز، ابونہیک، اعرج، طلحہ بن مصرف اور قتادہ نے ونھر پڑھا گویا یہ نہار کی جمع ہے ان پر رات نہیں آئے گی، جس طرح سحاب اور سحب ہے۔ فراء نے کہا: ایک عرب نے مجھے یہ شعر سنایا:

إِنْ تَكُ لَيْلِيًا فَإِنِّي نَهِرُ مَتَى أَرَى الصُّبْحَ فَلَا أَنْتَظِرُ

اگر تو رات والا ہے تو میں دن والا ہوں۔ میں کب صبح دیکھوں گا پس میں انتظار نہیں کرتا۔ ایک اور نے کہا:

لَوْلَا الثَّرِيدَانِ هَلَكْنَا بِالضُّمُرْ ثَرِيدُ لَيْلٍ وَ ثَرِيدٌ بِالنُّهُرِ (2)

اگر یہ دو ثریدیں نہ ہوتیں تو ہم پتلی کمر کے ساتھ ہلاک ہو جاتے رات کی ثرید اور دن کی ثرید۔

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ حق کی مجلس میں جس میں کوئی چیز لغو نہ ہو اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو وہ جنت ہے۔ **عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ** ﴿۵۵﴾ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ یہاں عِنْدَ سے مراد قربت، مکان، رتبہ، کرامت اور منزلت کی عندیہ ہے، صادق نے کہا: الله تعالیٰ نے مکان صدق کی مدح بیان کی اس میں اہل صدق ہی بیٹھتے ہیں۔ عثمان بتی نے پڑھا فی مقاعد صدق یعنی جمع کا صیغہ پڑھا مقاعد لوگوں کے بیٹھنے کی جگہیں ہیں وہ بازاروں میں ہوں یا کسی اور جگہ۔ عبدالله بن بریدہ نے کہا: جنتی ہر روز الله تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے وہ اس کی بارگاہ میں قرآن کی تلاوت کریں گے۔ ہر انسان اپنے بیٹھنے کی جگہ بیٹھے گا جب کہ وہ یاقوت، زبرجد، سونے اور چاندی کے منبروں پر ہوں گے سب اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوں گے، ان کی آنکھیں کسی چیز سے اتنی ٹھنڈی نہ ہوں گی جیسی اس طریقہ سے ٹھنڈی ہوں گی۔ انہوں نے اس سے عظیم اور اس سے بڑھ کر کسی حسین چیز کے بارے میں نہیں سنا ہو گا پھر وہ اپنی منازل کی طرف چلے جائیں گے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی کل تک معاملہ اسی طرح رہے گا۔

ثور بن یزید نے خالد بن معدان سے روایت نقل کی ہے ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ فرشتے قیامت کے روز مومنوں کے پاس آئیں گے، وہ کہیں گے: اے الله کے دوستو! چلو۔ وہ پوچھیں گے: کہاں؟ فرشتے کہیں گے جنت کی طرف۔ مومن کہیں گے: تم ہمیں ایسی جگہ لے جا رہے ہو جو ہمارا مقصود نہیں۔ فرشتے پوچھیں گے: تمہارا مقصود کیا ہے؟ مومن کہیں گے: **مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ** ﴿۵۵﴾ یہ خبر خصوصی طور پر اس معنی میں مروی ہے خبر میں ہے ”ایسا طائفہ جو الله تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہو گا اسے فرشتے جنت کی طرف لے جائیں گے جب کہ لوگوں کا ابھی حساب ہو رہا ہو گا۔ وہ لوگ فرشتوں سے کہیں گے کہ ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟ فرشتے کہیں گے: جنت کی طرف۔ لوگ کہیں گے: تم ہمیں اسی چیز کی طرف لے جا رہے ہو جو ہمارا مقصود نہیں۔ فرشتے پوچھیں گے: تمہارا مقصود کیا ہے؟ فرشتے کہیں گے: حبیب کے ساتھ مَقْعَدِ صِدْقٍ جس طرح بتایا **فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ** ﴿۵۵﴾ الله تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 222 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 420